حضرت مفتی صاحب مدظلہم

السلام علیکم

دار الافتاء

جناب عالی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیٔ عظام مسائل ذیل کے بارے میں

کچھ چیدہ چیدہ! احقر ناچیز کا ایک جامع مسجد (جو ایک بڑے مدرسہ کے زیر نگرانی اور انتظام و انصرام بذمہ جامعہ ہے) میں بیان ہوتا ہے، مذکورہ مسجد میں نمازِ جمعہ کا ٹائم (نمازِ جمعہ) ۲ بجے لگایا ہوا ہے، ایک سوا بجے بیان شروع کرتا ہوں، دو بجنا تو لازمی ہے، اکثر ٹائم دو سے بھی آگے ہو جاتا ہے، جیسے ۵، ۱۰، ۱۵ منٹ اور جب زائد لگتا ہے، تو میں گاہے گاہے کہہ دیتا ہوں کہ بھئی مضمون آرہا ہے پورا کرونگا، انتظار کرو چھٹی کا دن ہے کوئی فرق نہیں پڑتا، اور آپ لوگ میرے لئے تو نہیں آئے ہو اللہ تعالیٰ کے لئے آئے ہو، اور ساتھ میں یہ بھی بتا دیتا ہوں کہ ہمارے حضرت والا مدظلہم العالی بھی جب بیان کیا کرتے تھے ایسے ہی کیا کرتے تھے، مزید یہ کہ میں یہ بھی کہہ دیتا ہوں کہ کسی کو جلدی ہو تو کہیں اور چلا جائے یہاں پر اسی طرح ہوگا، اور ابھی بروز جمعۃ المبارک ۳ شوال مکرم سن ۱۴۲۹ھ کو بھی تاخیر ہونے کی صورت میں مذکورہ وضاحت کردی تھی، یہ بات بھی بتانا ضروری ہے کہ مذکورہ مسجد جامع مسجد ہے اور بڑی سوسائٹی میں ہے اور علاقہ میں جامع مسجد یہی ہے، اور یہ کہ علاوہ جمعہ کے بیان میں یہ ہوتا ہے کہ مغرب پڑھ کر بیان شروع ہوتا ہے اور عشاء تک ہوتا ہے، اس کا اختتام عشاء کی اذان سے تقریباً ۷، ۸ منٹ پہلے بیان ختم کرتا ہوں، مذکورہ صورتِ حال کی وجہ سے کچھ ایسے نمازی حضرات بھی ہیں کہ جو اپنی علاقہ کی جامع مسجد کو چھوڑ کر دوسری جگہ نماز پڑھنے جاتے ہیں، اور کچھ ایسے بھی ہیں کہ جن کو تکلیف اور شکایت تو ہے مگر خاموش رہتے ہیں، اس تفصیل کے بعد چند سوالات درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ مساجد میں ٹائم ٹیبل کیلئے لٹکا ہوا فریم میں اوقاتِ نماز بتائے جاتے ہیں کہ جمعہ ۲ بجے، ۲ بجے سے مراد کیا لیا جائے کہ آیا آغازِ خطبہ، آغازِ نماز یا اختتامِ بیان ہے؟ اور یہ کہ جمعہ سے قبل بیان لازم، فرض، واجب یا مستحب ہے؟

۲۔ اذان کا وقت عشاء میں ۱۵ سے ۲۰ منٹ [جماعت سے] پہلے دی جاتی ہے، اور اس مسجد میں بھی، بیان کی وجہ سے اذان ۷، ۸ منٹ پہلے [یعنی تاخیر] دینی پڑتی ہے؟

۳۔ دین اسلام میں ٹائم ٹیبل کی کوئی حیثیت ہے، کہ ہر کام اپنے وقت پر اور وقت پر ختم کیا جائے، اور نہ کرنے پر کوئی گناہ ہے یا نہیں؟

۴۔ جو لوگ شکایت کی بناء پر مسجد چھوڑ کر دوسری مسجد میں جارہے ہیں اس میں کوئی گناہ مجھ مقرر پر تو نہیں؟ اور جو لوگ خاموش ہیں مگر تکلیف میں ہیں، ان کی یہ تکلیف ایذائے مسلم حرام کے زمرے میں تو نہیں آتی؟

المستفتی

عبداللہ

۹ شوال المکرم ۱۴۲۹ھ

برائے کرم شرعی احکام سے آگاہ فرمائیں عین نوازش ہوگی

(جواب منسلکہ اوراق پر ملاحظہ فرمائیں)

الجواب حامداً ومصلیاً

وعظ و بیان کے ضروری آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ مخاطب کے حال کی رعایت کی جائے، وعظ اتنا طویل نہ ہو کہ سننے والے اکتاہٹ کا شکار ہو جائیں اور دین کی بات ان کے لیئے بوجھ بننے لگے، جس سے فائدے کی بجائے نقصان ہو، چنانچہ حضرتِ اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت و تبلیغ اور وعظ و نصیحت میں اس کا بڑا لحاظ رہتا تھا کہ مخاطب پر بار نہ ہونے پائے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جیسے عشاقِ رسول جن سے کسی وقت بھی اس کا احتمال نہ تھا کہ وہ آپ کی باتیں سننے سے اکتا جائیں گے، ان کے لیئے بھی آپ کی عادت یہ تھی کہ وعظ و نصیحت روزانہ نہیں بلکہ ہفتہ کے بعض دنوں میں فرماتے تھے تاکہ لوگوں کے کاروبار کا حرج اور ان کی طبیعت پر بار نہ ہو ...... آج کل جو وعظ و تبلیغ کا اثر بہت کم ہوتا ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ عموماً اس کام کے کرنے والے ان اصول و آداب کی رعایت نہیں کرتے، لمبی تقریریں، وقت بے وقت نصیحت، مخاطب کے حالات کو معلوم کیے بغیر اس کو کسی کام پر مجبور کرنا ان کی عادت بن گئی ہے۔" (معارف القرآن، ۵/۲۸ لم، النحل: ۱۲۵، مکتبہ ادارۃ المعارف کراچی)۔

اس تمہید کے بعد آپ کے سوالات کے جواب درجِ ذیل ہیں:

(۱) ـــــــ جمعہ کی نماز سے قبل بیان نہ فرض ہے اور نہ واجب ہے بلکہ ایک مباح اور مفید کام ہے اور زیادہ سے زیادہ مستحب ہے لہٰذا اسے اسی حد تک رکھنا چاہیئے جس سے لوگوں کو فائدہ ہوتا رہے اور ایسے طرزِ عمل سے بچنا بے حد ضروری ہے جس سے یہ لوگوں کے لیئے تکلیف اور اذیت کا باعث بنے، اور جہاں تک مسجد کے نظام الاوقات (ٹائم ٹیبل) میں درج وقت کی مراد کا سوال ہے تو اس میں عام طور پر نماز باجماعت کے شروع ہونے کے اوقات

(بقیہ جواب ورق کی پشت پر ملاحظہ فرمائیں)

دار الافتاء

لکھے جاتے ہیں، تاہم اگر کسی مسجد کی انتظامیہ اس سے آغازِ خطبہ مراد لینا طے کرتی ہے تو وہ بھی درست ہے کیونکہ خطبہ نمازِ جمعہ کے لئے ضروری ہے بلکہ ایک درجہ میں نمازِ جمعہ کا حصہ ہے، پھر اس صورت میں اسی کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوگا۔ البتہ انتظامیہ اپنی اس مراد کو ظاہر کردے تو زیادہ بہتر ہے (مسئلۂ خطبۂ جمعہ = ۱۴۵)

لقولہ تعالیٰ :

ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة ــــ الآية (النحل : ١٢٥).

وفي روح المعاني :

(والموعظة الحسنة) وهي الخطابات المقنعة والعبر النافعة التي لا يخفى عليهم أنك تناصحهم بها. (١٤/٢٥٤، لاہور).

وفي الصحيح للإمام البخاري رحمه الله :

.... عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يتخولنا بالموعظة في الأيام كراهة السآمة علينا. (١/ ٣٨، كتاب العلم، باب ما كان النبي صلى الله عليه وسلم يتخولهم بالموعظة والعلم كي لا ينفروا، طبعة دار ابن كثير، دمشق).

دار الافتاء

وفي عمدة القاري :

المعنى : أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يعظ أصحابه في أوقات معلومة ولم يكن يستغرق الأوقات خوفاً عليهم من الملل والضجر. (٢/٦٨، أيضاً، دار الكتب العلمية بيروت).

وفي شرح الإمام النووي لصحيح الإمام مسلم رحمهما الله :

وهذا الحديث الاقتصاد في الموعظة لئلا تملها القلوب فيفوت مقصودها. (٩/١٦٢، كتاب صفات المنافقين، باب الاقتصاد في الموعظة، دار المعرفة بيروت).

وفي أدب الإملاء والاستملاء للإمام السمعاني رحمه الله :

ينبغي للمملي أن لا يطيل المجلس الذي يرويه بل يجعله متوسطاً حذراً من سآمة السامع ومله وأن يؤدي ذالك إلى فتوره عن الطلب وكسله (ص٦٦، دار الكتب العلمية).

وفي الدر المختار :

وهل هي قائمة مقام ركعتين؟ الأصح لا، ذكره الزيلعي، بل كشطرها في الثواب.

وفي الشامية تحته :

(قوله : بل كشطرها في الثواب) هذا تأويل لما ورد به الأثر

(جاری ہے...)

من أن الخطبة كشطر الصلوٰة فإن مقتضاه أنها قامت
مقام ركعتين من الظهر كما قامت الجمعة مقام ركعتين
منه فيشترط لها شروط الصلوٰة، كما هو قول الشافعي.
(۲/۱۵، مصطفى البابي الحلبي مصر).

(۲و۳) ـــــ دینِ اسلام کا ایک اہم شعبہ "معاشرت" ہے جس میں دوسرے انسانوں کے ساتھ میل جول اور باہم زندگی گزارنے کے آداب بتائے جاتے ہیں، انہی آداب میں سے یہ بھی ہے کہ جب کسی اجتماعی معاملہ کے لیئے کوئی وقت طے کر لیا جائے تو اس کی حیثیت وعدہ کی سی ہو جاتی ہے، جسے پورا کرنا لازم ہے، چنانچہ وعدہ کو نبھانے کا حکم قرآنِ کریم اور احادیثِ نبویہ میں جا بجا موجود ہے لہذا انتظامیہ نے نمازیوں کی سہولت کے پیشِ نظر نمازوں کے لیئے جو بھی اوقات مقرر کیے ہیں شرعاً آپ کے ذمہ ان اوقات کی پابندی لازم ہے اور کسی معتبر شرعی عذر کے بغیر مقررہ وقت سے تاخیر کرنا اور اس کو عادت بنا لینا ہرگز درست نہیں، کیونکہ نمازیوں میں سے بعض حضرات کو لازمی طور پر کہیں پہنچنا ہوتا ہے مثلاً ائیر پورٹ یا اسٹیشن وغیرہ سے مقررہ وقت پر سوار ہونا ہے یا ہسپتال یا ڈاکٹر کے پاس طے شدہ وقت پر حاضر ہونا ہے، اسی طرح ملازمت پیشہ افراد کو محدود وقت کے اندر جمعہ سے فارغ ہو کر اپنی ڈیوٹی پر پہنچنا ہوتا ہے، تو ایسے نمازیوں کے لیئے مقررہ وقت سے تاخیر سخت اذیت اور (بعض اوقات) مالی نقصان کا باعث بن جاتی ہے، جس کے گناہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

نیز نماز کے لیئے آئے ہوئے لوگوں سے یہ کہنا کہ "جس کو جلدی ہو کہیں اور چلا جائے" نہایت برا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے طرزِ عمل سے سختی سے منع فرمایا ہے جس سے لوگ دینی معاملات سے متنفر ہوں اور جماعت کو چھوڑ کر چلے جائیں، اسی طرح وعظ و بیان کی وجہ سے عشاء کی اذان کو بھی مقررہ وقت سے مؤخر کرنے کی عادت بھی ہرگز درست نہیں، کیونکہ مذکورہ بالا خرابیوں کے علاوہ اس سے لوگوں کو جماعت کے وقت کے تبدیل ہونے کا شبہ ہو سکتا ہے اور جو لوگ اذان کی آواز سن کر نماز کی تیاری کرتے ہیں ان کے جماعت سے رہ جانے کا اندیشہ ہے۔

لما في الصحيح للامام مسلم رحمه الله:

.... عن جابر رضي الله عنه انه قال: صلى معاذ بن جبل الأنصاري رضي الله عنه لأصحابه العشاء فطوّل عليهم، فانصرف رجل

(جاری ہے۔۔۔)

دار الافتاء

مِنّا فصلّى، فأخبر معاذ عنه، فقال: إنه منافق، فلما بلغ ذالك الرجل دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلّم فأخبره ما قال معاذ، فقال له النبي صلى الله عليه وسلّم: أتريد أن تكون فتّانًا يا معاذ؟ إذا أممّت الناس فاقرأ بالشمس و ضحاها...... الحديث. (۲/۱۰۵، كتاب الصلوٰة، باب القراءة في العشاء، مع شرح الإمام النووي، دار المعرفة بيروت).

وفي شرحه للإمام النووي رحمه الله:

(قوله: أفتّان أنت يا معاذ) أي منفّر عن الدين وصادّ عنه.....

وفيه الأمر بتخفيف الصلوٰة والتعزير على إطالتها إذا لم يرض المأمومون. (۲/۱۰۵، أيضًا).

وفي فتح الملهم شرح الصحيح للإمام مسلم:

(قوله: أفتّان أنت الخ) استفهام على سبيل التوبيخ، ومعنى الفتنة هنا أن التطويل يكون سببًا لخروجهم من الصلوٰة وللتكرّه للصلوٰة في الجماعة. (۳/۲۸۸، كتاب الصلوٰة باب القراءة في العشاء، دار القلم دمشق).

وفي أدب الإملاء والاستملاء للإمام السمعاني:

وإذا عيّن لهم اليوم ووعدهم بالإملاء فيه فلا ينبغي له إخلاف موعده إلّا أن يقتطعه عن ذالك أمر يقوم عذره به. (ص۳۹، دار الكتب العلمية بيروت).

وفي تذكرة السامع والمتكلّم في أدب العالم والمتعلّم لابن جماعة:

وينبغي مراعاة مصلحة الجماعة في تقديم وقت الحضور وتأخيره إذا لم يكن عليه فيه ضرر ولا مزيد كلفة، وأفتى بعض أكابر العلماء أن المدرس إذا ذكر الدرس في مدرسة قبل طلوع الشمس أو أخره إلى بعد الظهر لم يستحق معلوم التدريس إلّا أن يقتضيه شرط الواقف لمخالفة العرف المعتاد في ذالك. (ص۵۷، دائرة المعارف النظامية، حيدر آباد، الدكن).

(۴) ——— آپ کے بیان کی رُو سے آپ کے محلّہ میں کوئی دوسری مسجد بھی نہیں ہے اس لئے اگر آپ کے اس طرزِ عمل کی وجہ سے لوگ محلّہ کی مسجد کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جانے پر مجبور ہوتے ہیں یا تکلیف واذیت کا شکار ہوتے ہیں تو بلاشبہ آپ کا یہ طرزِ عمل ایذائے مسلم کے زمرے میں آتا ہے، جس کے ناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اس لئے آپ پر اس سے بچنا لازم ہے۔

کما في الصحيح للإمام البخاري رحمه الله:

..... عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلّم

(جاری ہے ——)

ص ۵

قال: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده ..... الحديث.
(۱/۱۳، كتاب الايمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده، دار ابن كثير، دمشق).

وفي عمدة القاري:

فيه الحث على ترك أذى المسلمين بكل ما يؤذي. (۱/۲۱۸، ايضا، دار الكتب العلمية، بيروت).

وفي الدر المختار:

وترك الإيذاء واجب. (۲/۴۹۴، مصطفى البابي مصر). والله سبحانه أعلم بالصواب.

محمد احمد رضا
دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴
۲۷/۱۰/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الرؤف سکھروی
۲-۱۱-۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح
احقر محمود اشرف غفر اللہ لہ
۲۷/۱۰/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد زبیر حق نواز
۲-۱۱-۲۹ھ

جواب صحیح ہے، اور مسجد میں نماز کے جو اوقات لکھے ہوتے ہیں، وہ ایک وعدہ ہے کہ نماز اس وقت ہوگی، اس وقت سے بلا عذر تاخیر کرنے میں وعدہ خلافی کا گناہ بھی ہے، اور دنیا کی بات کو پورا کرنا ایسا عذر نہیں ہے، البتہ دو تین منٹ کی حد تک کبھی تاخیر ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔
واللہ سبحانہ اعلم
بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ
۲-۱۱-۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح
اصغر علی ربانی
۳ ذو القعدہ ۱۴۲۹ھ

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۱/۱۱۰۱
مورخہ ۳/۱۱/۲۹ھ
جامعہ دار العلوم کراچی

الجواب صحیح
۳/۱۱/۲۹ھ

الجواب صحیح
محمد عبد المنان عفی عنہ
۳/۱۱/۱۴۲۹ھ